

مستقبل کے چینجز میں طلبہ کا کردار سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

Role of Students in the Challenges of Future

In The Light of Seerah

ڈائٹر نور حیات خان ایسوی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی آف ماؤن لینکو گر، اسلام آباد

Abstract

No doubt, the future builders of the nation are students. In this context, the Prophet Muhammad SAW said to his companions that whenever these builders of the nations come to you to learn, you must welcome them. This warming welcome to the builders of the nations shows the importance of students as well as education. Because when the thinking and educational basis of a student is strong, this thing will create the devotion in them for better and correct leading of nations. Their passions and good thinking must enhance the defense and salvation of a country. This top class of positive, good, strong and moral education can strengthen them from various aspects.

The future's social, welfare activities; performance strongly depends on skills and enthusiasm of these teenagers. They have to seek out the answer of future challenges by encouragement, skills and strong educational basis. Quran and Seerah demand such a preparation of students so; they can perform different and multi-dimensional activities for the betterment of Ummah. In this scenario the strong vision of the students can provide strong basis to the nation's future, challenges could be faced and save the Muslim Ummah from unpleasant situations.

This research paper highlights the role of students in future challenges face by Muslim Ummah in the light of Seerah.

موضوع کی اہمیت

حصول علم کی جستجو میں نکلے ہوئے صحابہ کرامؐ کے پاس آنے والوں کے لیے حضور پاک ﷺ کی طرف سے حسن سلوک کی وصیت علم اور طالب علم کی اہمیت کے لیے کافی ہے۔ چونکہ طالب علم ہی مستقبل کے معمار ہیں، لہذا آپ ﷺ نے ان معمار ان قوم کی تعلیم و تربیت کے لیے اپنے صحابہ کرامؐ کو تاکید کی تھی کہ جب وہ تمہارے پاس سکھنے کے لیے آئیں تو ان کو خوش آمدید کہنا۔ کیونکہ ان کی علمی پیاس بجھا کر علمی بصیرت کو جلاختہ میں قوم و ملت کی اساس کی مضبوطی پہنچا ہے۔ لہذا جب طالب علم کی علمی اور فکری اساس مضبوط ہو تو اس کے اندر قوم و ملت کی صحیح راہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کا احساس اور جذبہ موجود ہو گا۔ امت مسلمہ کی مستقبل کی معیشت، صنعت، حرفت، نظم و نق کی مضبوطی اور خطرات و حوادث زمانہ کا مقابلہ ان ہی کے مرہون منت ہو گا۔ صحت اور حفظ ان صحت کے اصولوں کا تحفظ ان کے علمی استعداد کو مضبوط کرنے سے وابستہ ہے۔ ملکی حفاظت اور

مستقبل کے چیلنجز میں طلبہ کا کردار سیرت طلبہ کی روشنی میں

سلامتی ان کے جو اس جذبہ کو جلا بخشنے میں مضر رہے گا۔ مستقبل کے اجتماعی، سماجی اور فلاحی امور کو بہتر طور پر سرانجام دینے کے لیے ان کی صلاحیتوں اور سرشار جذبہ اور ولولوں کی اشد ضرورت ہے۔

طالب علم کو مستقبل کے چیلنجز کا جواب اپنی جو اس مردی، صلاحیتوں، علمی استعداد اور اس کی چیختگی میں تلاش کرنا ہے۔ مختلف اور ہمہ جہت سرگرمیوں کو سرانجام دینے کے لیے ان کی علمی اور عملی تیاری عین سیرت مصطفیٰ کا تقاضا ہے تاکہ مستقبل کے چیلنجز کا مقابلہ بحسن و خوبی کیا جاسکے اور امتِ مسلمہ کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ یہی اسباب تھے کہ آپ ﷺ نے طالب علم کو مر جا کہنے کی وصیت فرمائی ہے۔

طلب علم اور جوانی

انسانی قوتیں اور صلاحیتیں جوانی میں جو نتائج لاتی ہیں، ڈھنی عمر میں ویسے نتائج نہیں لاسکتی۔ خود معلم انسانیت ﷺ نے نوجوانوں کو خدمتِ اسلام کے لئے اہم ذمہ داریاں تفویض فرمائی ہیں۔

عموماً نوجوان ہی تیزی کے ساتھ قرآن مجید حفظ کیا کرتے تھے اور ان ہی کو اپنے قبیلوں کا امام بنادیا جاتا تھا۔ اسی طرح کم عمری ہی میں سلسلہ الجرمیؓ کو آپ ﷺ نے اپنے قبیلے کا امام بنادیا تھا اس لئے کہ انہیں سورتیں زیادہ یاد تھیں اصفہ اقامتی درس گاہ میں اعلیٰ تعلیم آپ ﷺ خود دیا کرتے تھے، تاہم ابتداء کی لکھائی پڑھائی نوجوانوں کی سپرد تھی۔²

جنگِ بدر کے جن قیدیوں سے جن بچوں کو لکھائی پڑھائی گئی تھی ان میں ایک نوجوان زید بن ثابتؓ بھی تھے جن کی ذہانت اور خوش خطی سے آپ ﷺ متاثر ہوئے اور اپنا میر منشی پر شل سیکرٹری بنایا جن کو فارسی، حبشی، یونانی، اور عبرانی زبانوں میں مہارت حاصل تھی۔ عبرانی میں 17 دن میں سیکھ لی تھی۔ علاوه ازیں آپ ﷺ کے دیگر کاتب بھی اکثر نوجوان تھے، مثلاً حضرت علی، معاویہ، ابن مسعود وغیرہ تقریباً سو سال کے نوجوان لوگ ہی تھے۔ اسی طرح کئی ایک اہم ذمہ داریاں اکثر نوجوانوں کے سپرد کی گئی تھیں، مثلاً: حضرت اسامہ بن زیدؓ بارہ فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ جنگ خیر میں حضرت علیؓ کو اس معمر کہ کافر اعلیٰ بنایا گیا جو تقریباً 25 سال کے جوان تھے اور انہیں گورنری اور قضاۓ جیسے عہدے بھی دیے گئے تھے۔ اسی طرح حضرت عمرو بن حزم اور معاذ بن جبلؓ بھی نوجوان ہی تھے کہ انہیں یمن کے اہم صوبوں کی گورنری اور سیکرٹری تعلیم کی ذمہ داریاں باترتیب دے دی گئی تھیں۔ حضرت معاذؓ گاؤں اور ضلع ضلع تعمیمی غفرانی کے دورے کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے مشیر ان حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ اکثر نوجوان تھے، جن میں حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی، عبد الرحمن بن عوف، ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے۔ سیاست مدن اور نظم نسق کیلئے ہر گاؤں اور بستی میں دس آدمیوں پر ایک عریف مقرر تھا جو اکثر ویژہ نوجوان ہی ہوا کرتے تھے³ کیونکہ وہ بڑی مستعدی اور پھر تی سے اپنے فرائض بجالاتے تھے۔ ان تمام امور میں آپ ﷺ کو تعییل حکم میں مستعدی پیش نظر ہوتا تھا جو ایک نوجوان ہی بروقت اور اچھی طرح سرانجام دے سکتا تھا اور یہ آج کی بھی اشد ضرورت ہے، تاکہ امت مسلمہ کی اہم ذمہ داریاں کم وقت اور کم خرچ پر سرانجام دے دی جائیں اور امتِ مسلمہ کو زیادہ فائدہ پہنچایا جائے۔

مستقبل کے چیلنجز اور طالب علم

امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ نوجوانوں کے جن خوبیوں اور صلاحیتوں سے ممکن ہے، وہ مختصر اکچھے یوں ہیں:

1 علمی استعداد	2 اخلاقی مضبوطی	3 علمی و عملی تربیت اور روحانی بالیدگی
4 دلیری و شجاعت	5 با مقصد سرگرمیاں	6 حسن تدبیر و ترتیب
7 فرض شناسی	8 اطاعت گزاری و فرمانبرداری	9 کفایت شعراً اور احساس ذمہ داری

طالب علم اور امت کا مستقبل

آج امتِ مسلمہ جس مخدوش اور ناگفتہ ہے حالات سے گزر رہی ہے جس سے نکلنے کے لیے اگر کوئی امید کی کرن باتی ہے تو وہ امت کے نوجوان ہی ہو سکتے ہیں جو بالاختصار امت کے لیے:

1 باعث حوصلہ	2 امید بہارِ نو	3 موزون قیادت
--------------	-----------------	---------------

4 اسلامی فکر	5 اور نظامِ مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ اس کے حقوق اور تقاضوں کے امین بھی
--------------	---

ہو سکتے ہیں۔ یہ مقالہ اس تناظر میں درج ذیل عنادوں کی صورت میں بھر پورا ہنمائی فراہم کرتا ہے۔

1 طالب علم کی ذمہ داریاں

آج جس نازک دور سے ہم گزر رہے ہیں بحیثیت مسلمان طالب علم پر کئی طرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ پھر ان ذمہ داریوں سے صحیح طور پر عہدہ برآں ہونے کیلئے ان کے اندر علمی اور عملی استعداد اور صلاحیت کی بھی ضرورت ہے، تاکہ اپنی ملت کی امیدوں کو ابر و مند کر سکیں اور عصر رواں کے جو چیلنجز ہیں ان کا مقابلہ احسن طریقہ سے کر سکیں اور یہ بات سمجھنا بھی اہمیت کے حامل ہے کہ ایک طالب علم ان تمام چیلنجز کو ایک ہی وقت میں دعوت مبارزت نہیں دے سکتا، لہذا ضروری ہے کہ وہ ایک خاص میدان میں خدمات سر انجام دے، جس کے لیے اس کو ایک خاص علم و فن میں مہارت و رسوخ پیدا کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ان کو جن ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہونا ضروری ہے درج ذیل مباحثہ میں زیر بحث لا یا گیا ہے:

i فطری رجحان کے مطابق میدان کا کاچنا اور علم و مہارت کی پختگی

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر بعض چیزوں اور مہارتوں کیلئے فطری میلان رکھا ہے، جسے انسان اپنی خصوصی توجہ سے کمال تک لے جاسکتا ہے۔ اس دور کے طالب علم کو اپنی میلانات کو عملی جامد پہنانے کے لئے خصوصی توجہ کی ضرورت ہے تاکہ وہ ایک خاص میلان میں رسوخ اور مہارت پیدا کر کے امت مسلمہ کیلئے خدمات سر انجام دینے کا ایل ہو سکے۔ اب نہ کہتے ہیں:

مستقبل کے چیلنجز میں طلبہ کا کردار سیرت طلبہ کی روشنی میں

"بچہ ہر فن کی خواہش نہیں کرتا اور یہ اس کے لئے ممکن بھی نہیں، اس لئے اس کے لئے بہتر اور مناسب یہ ہے کہ وہ اس علم اور فن میں لگے جو اس کی طبیعت کے موافق اور مناسب ہو"⁴۔

لہذا نوجوان کسی خاص فیلڈ کا انتخاب کر کے اس میں مہارت حاصل کریں، جو ان کی سب سے اہم ذمہ داری ہے، کیونکہ ایک ماہر میدان کارجو خدمات اس امت کیلئے انجام دے سکتا ہے، کوئی دوسرا ایسا نہیں کر سکتا۔ اس بات کی اہمیت کا اندازہ حضرت عمرؓ کے اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے، وہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ ایک کشاور مکان میں تشریف فرمائی، اور ان سے فرمایا: "اپنی خواہش ظاہر کرو، کسی نے کہا میرے پاس اس گھر کے برابر چاندی کے دینار ہوں اور میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں، کسی نے کہا کہ میرے پاس اس قدر سونے کے دینار ہو تو اللہ کے راستے میں خرچ کروں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں تو چاہتا ہوں کہ میرے پاس اس گھر کے برابر ابو عییدہ بن الجراح، معاذ بن جبل اور سالم مولیٰ ابو حذیفہ جیسے لوگ ہوں اور میں ان کو اللہ کی راہ میں استعمال کروں"⁵۔

اس سے ماہر افراد کارکی اہمیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا ادن میں عبرانی زبان کا سیکھنا⁶ اور اس میں آپ ﷺ کیلئے یہود کے خط و تابت کرانا، اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ایک ہر فن جو خدمات انجام دے سکتا ہے، کوئی دوسرا وہ فراہم نہیں کر سکتا ہے۔ تبلیغ اسلام کیلئے زبان کی مہارت اور اہمیت کو در نہیں کیا جاسکتا، یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ کرامؓ کو بعض قوموں کی زبان سیکھنے کا بطور خصوصی حکم دیا تھا۔ ان سعد نے طبقات میں یہ بات ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ نے 7ھ میں جن چھ قاصدوں کو روانہ فرمایا تھا وہ سب کے سب اس قوم کی زبان میں بات کر سکتے تھے جن کے پاس ان کو بھیجا گیا تھا⁷۔

اس بات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آپ ﷺ نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس فیلڈ میں جس کام کیلئے متعین فرمایا تھا، اس میں آپ ﷺ کی مجزانہ اور حکیمانہ بصیرت بھی کار فرماتھی لیکن یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی دلی رغبت اور میلان کو بھی اس کام میں ملحوظ خاطر رکھا ہو گا، تب تو انہوں نے قلیل عرصے میں دین اسلام اور مسلمانوں کیلئے عظیم خدمات سر انجام دی تھیں۔

تمام علوم سیکھنا جائز اور مہار ہیں، کیونکہ تمام علوم انسانیت کے لیے نافع ہیں سوائے اس کے جس میں کوئی شرعی قباحت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یحیی بن خالدؓ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں "تم پر لازم ہے کہ ہر نوع کا علم حاصل کرو کیونکہ انسان اس چیز کا دشمن ہوتا ہے جس سے وہ جاہل ہوتا ہے اور مجھے یہ بات پرند نہیں کہ تم علم کی کسی نوع کے دشمن ہو"⁸۔

لہذا عالمگیریت کے اس دور میں تخصصات اور مہارتوں کی خاص ضرورت ہے، تاکہ دل جمعی، اطمینان، اور جم کر اعلیٰ مقاصد کیلئے اپنی تو انسانیاں اور صلاحیتیں صرف کی جائے تاکہ دین و دنیا کی سعادت مندی سے امت مسلمہ کو ہم کنار کیا جاسکے۔ اتفاقاً

فِي الْعَمَلِ كَامَ مِنْ مَهَارَتٍ وَيَسِّيْرٍ بَحْجِيْخَدَ اَكُو پِسْنَدَ ہے کیونکہ یہ خدائی صفت ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا ہے: "الَّذِي أَتَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ"⁹ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو مکالم اور فائدہ مند بنایا ہے۔

جس کے بارے میں امام واحد لکھتے ہیں:

أَيُّ : أَتَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ مَمَّا خَلَقَ، وَخَلَقَهُ عَلَى الْهَبَةِ الَّتِي بِهَا يُنْتَفَعُ وَالَّتِي هِيَ أَصْلَحُ وَاحْكَمُ مَا يُرَادُ مِنْهُ¹⁰ -

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایسے مکالم اور صالح طریق سے پیدا فرمایا ہے کہ جس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ خدائی صفت کی ترویج میں خدائی عظمت کی ترویج مقاصد قرآن میں سے ہیں، فطری میلانات کے لیے میدان کار کا چنانچہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آج دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں اس کے لیے کونسلنگ کے نام سے ادارے قائم ہیں جبکہ مسلم ممالک میں شاید کوئی اکادمک ادارہ ہو وہ بھی غیر سرکاری اور انفرادی کوششوں کا شرہ ہے، جبکہ حکومتی سطح پر یہ چیز ہماری امت مسلمہ کی اجتماعی غفلت کی نشاندہ ہی کرتا ہے۔

لہذا عالمگیریت کے اس دور میں ترقی کاراز یہی ہے کہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک نے مختلف مہارتوں میں معتدله افراد کا حصول یقینی بنایا ہے، جبکہ ہم مسلم دنیا اس فضیلت اور مہارت میں دنیا سے پیچھے ہیں اور حالات اور زمانے کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتے۔ لہذا آج کے طالب علم کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ یقینی ہے کہ وہ اپنے رجحانات، میلانات کیلئے موزوں میدان کار کا انتخاب کریں تاکہ جو بھی تو انہی اس میں صرف کی جائے وہ نتیجہ خیز ہو، محض وقت اور پیسے کا ضیاع نہ ہو۔ میدان کار کے انتخاب کے بعد علمی رسوخ اور پہنچگی مومن سے مطلوب ہے۔ اسلام میں علم کے حصول اور رسوخ پر بہت زور دیا گیا ہے اور یہ لیدھر شپ کیلئے ضروری قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْنُكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ"¹¹ -

ترجمہ: اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسی [طاولو ط] کو منتخب کیا ہے اور اس کو دماغی و جسمانی دونوں قسم کی ایلیتوں کی فراواںی عطا فرمائی ہے۔

اتقان فی العمل کے لیے ذہنی اور جسمانی تندرستی اور بھائی درکار ہے اس کے بغیر حسن کار کر دگی دکھانا ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنے نیک اور صالح بندوں کو ان صلاحیتوں سے نواز کر ہی ان سے حسن کار کر دگی کا مطالبہ کیا ہمارے آقا علیہ السلام نے اتقان فی العمل کی تحسین ان الفاظ فرمائی ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ مِنَ الْعَالِمِ إِذَا عَمِلَ أَنْ يُحْسِنَ"¹² -

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اکسی کام کرنے والے کے لیے پسند فرماتے ہیں کہ وہ کام کرے تو حسن طریق سے کرے۔

مستقبل کے چیلنجز میں طلبہ کا کردار سیرت طلبہ کی روشنی میں

اس احسن طریقے کے لیے بعض روایات میں یعنی حکم اور بعض میں ائمۃ پائیدار¹³ کے الفاظ آئے ہیں جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب بھی کوئی کام کیا جائے احسان ، اتقان اور محکم طریقے سے کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک عام قاعدے کے طور پر فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ" ¹⁴ -

ترجمہ: اللہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب کوئی کام کسب کرتا ہے اسے اچھے طریقے سے سرانجام دیں۔ علم کا رتبہ اور مقام بہت بلند ہے، اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء ربانیین اور مستقین کا بہت بڑا مرتبہ بیان فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ" ¹⁵ -

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشنا گیا ہے۔ اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔ سیادت و قیادت کیلئے علم نیاد ہے اور معاشرے کے استحکام اور ترقی کے لیے ازبس ضروری ہے۔ یہی وجہ کہ حضرت عمرؓ نے ضروری قرار دیا تھا کہ قیادت سے پہلے ضروری فہم و فرست حاصل کی جائے فرمایا:

"نَفَّقُهُوا قَبْلَ أَنْ تَسْوَدُوا" ¹⁶ قیادت پر فائز ہونے سے پہلے علم اور فہم حاصل کرو۔

انسان اول کا معلم خود اللہ تعالیٰ ہے و علم ادم الاسماء لہذا علم الہی روشنی ہے اور ایک لا زوال نعمت بھی ہے جو ترقی کے رازوں کا الہی زینہ و سرچشمہ ہے اور آج دنیا کے ترقی یافتہ قوموں نے اس کے ذریعے ترقی و عروج کا یہ راستہ طے کیا ہے، اگرچہ وہ ایمان کے نور سے محروم ہی سہی تاہم دنیاوی ترقی کا راز ہی یہ ہے جبکہ اسلام میں تعلیم اور علم کو عبادت کا درجہ حاصل ہے اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ کا معلم بھی اللہ ہے جس نے دنیا کو ترقی اور امن و سلامتی کے گر سکھائے۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی علم کے اس قدر اہمیت کو جانا اور اس کو پروان چڑھانے کا اہتمام کیا۔ اس ضمن میں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فَمَنْ سَوَدَهُ قَوْمُهُ عَلَى الْفِقْهِ كَانَ حَيَاةً لَهُ وَلَهُمْ ، وَمَنْ سَوَدَهُ قَوْمُهُ عَلَى غَيْرِ فِقْهٍ كَانَ هَلَّا كَلَهُ وَلَهُمْ" ¹⁷ -

ترجمہ: جس نے اپنی قوم کی سیادت و قیادت علم و فہم کے ساتھ کی، یہ اس کے اور اس کے قوم کے لیے باعثِ زندگی ہے اور جس نے اس کے بغیر یہ کام کیا۔ یہ اس کے اور اس کے قوم کے لیے باعثِ ہلاکت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس فضل علم میں اضافہ اور رسوخ کیلئے اپنے حبیب ﷺ کو یہ دعاء سکھائی ہے، جو ہمارے لئے بھی مشتعل راہ ہے، فرمایا: "رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا" ¹⁸ -

جس طرح آخرت کے لحاظ سے عالم اور جاہل برابر نہیں ہے¹⁹ اسی طرح دنیا میں بھی اس کا نتیجہ برابر نہیں ہو گا، یہی وجہ ہے کہ آج مختلف علوم میں دنیا کے ترقی یافتہ ممالک مسلمانوں سے آگے ہیں اور طبعی طور پر دنیا کی قیادت اور لوگوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے برحق فرمایا:

"مَنْ جَاءَ مَسْجِدِي هَذَا لَمْ يُأْتِهِ إِلَّا لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهُ أَوْ يُعَلَّمُهُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَنْ جَاءَ لِغَيْرِ ذَلِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى مَتَاعٍ غَيْرِهِ"²⁰ -

ترجمہ: جو میری مسجد میں علم و تعلیم کیلئے آتا ہے وہ مجاهد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور جو کسی اور غرض کے لئے آتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو دوسروں کے ساز و سامان کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں جو چیز واضح نظر آتی ہے وہ علم کی فضیلت ہے۔ دوسروں کی طرف کب تک ہم دیکھتے رہیں گے۔ ایسے حالات میں ہم اپنی قوم کو ترقی کیسے دے سکتے ہیں؟ جب تک ہم خود علم حاصل کر کے اس میں کمال حاصل نہ کر پائیں اور اس میدان میں خود کفیل نہ ہو جائیں۔ اور یہی سیرت مصطفیٰ ﷺ کا پیغام بھی ہے۔ اس صورت میں ہم اس کے حقوق ادا کر سکتے ہیں جب ہم اپنی قوم کو بحیثیت اجتماعی ترقی دے کر دوسرا قوموں کے ہمنوا بنا سکیں بلکہ اس کو دوبارہ قیادت دنیا کے قابل بنا سکیں جو ہمارے اس امتی ہونے کا تقاضا ہے۔ جسے اللہ نے دنیا کے امامت و سیادت کیلئے امتی وسط بنایا ہے۔ ارشاد باری ہے:

"هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْدِينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ"²¹ -

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سجاد دین دے کر بھیجا تاکہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔

دنیا کی سیادت و قیادت کیلئے علم کی رسوخ اور پختگی ضروری ہے۔ بہتر آدمی وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو کچھ دے اور سب سے بہتر چیز دنیا میں علم ہے جس کی فضیلت کو دنیا میں اسلام ہی نے سکھایا ہے جبکہ موجودہ دور میں ہم لینے والے ہیں دینے والے نہیں اپنا ہم مکوم و مجبور اور دوسروں کے احسان مند ہیں۔ جبکہ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا ہے:

"عَنْ تَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمُنْتَرِ، وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالْتَّعْفُفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ: «إِنَّ الْعُلَيْمَ الْحَيْرَ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَإِنَّ الْعُلَيْمَ الْمُثْقَفَةَ، وَالسُّفْلَى السَّائِلَةُ»"²² -

ترجمہ: نافع حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے برسر مبرہ اس وقت فرمایا کہ جب وہ صدقہ کا ذکر کر رہے تھے اور سوال سے بچنے کی بات کر رہے تھے: کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا جبکہ نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہوتا ہے۔

لکھومی اور زوال کی اس حالت سے نکلا اس وقت ہمارے لیے ممکن ہے جب جو ان خون امت کی قیادت کیلئے صلاحیت سے لیں ہو کر آگے آجائیں اور مختلف شعبوں کی ترقی کیلئے مختلف علوم میں کما حقہ مہارت اور کمال حاصل کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان ہی سے محنت اور مشقتوں کی امید کی جاسکتی ہے کیونکہ پختہ عمر کے لوگ نہ تو اس پوزیشن میں ہے اور نہ وہ اتنی از جی رکھتے ہیں۔ اگر موزوں قیادت ہو سکتی ہے تو وہ نوجوان ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے اسلام میں جوانی کی عبادت کا ثمر بڑھاپے کے عبادت کے برابر قرار نہیں دیا گیا ہے۔ اور سیرت مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا یہی ہے کہ امت کو عروج سے ہمکنار کیا جائے اور ذلت و پستی کے حالات سے نکال کر باعزت مقام دلوایا جائے۔

معاملہ فہمی اور سلیقہ مندی زندگی میں کامیابی کے راز ہیں۔ اس کی اہمیت سے انکار نہیں ہے، ذرا غور کیجیے حضرت یوسف علیہ السلام نے معاملہ فہمی اور سلیقہ مندی کے ذریعے عام افراد کو متاثر کرتے ہوئے حکومت پر چھاگئے اور اسی طرح انہی خصوصیات کی بناء پر تاجر و اور اہل مکہ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو امانت و صداقت کے منابر پر بٹھایا اور اپنے معاملات میں ثالث بنایا اور یوں آپ ﷺ نے اپنے معاملہ فہمی اور سلیقہ مندی سے بڑے بڑے حادثات کو روکوایا جیسے واقعہ حجر اسود واقعہ حدیبیہ اور فتح مکہ وغیرہ۔

الغرض معاملہ فہمی اور سلیقہ مندی انسان کی قدر و قیمت بڑھادیتی ہے جیسا کہ گزشتہ بحث میں حضرت عمرؓ کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور آپ ﷺ خود بھی بچوں کی خود اعتمادی بڑھاتے اور اسے سراہتے۔ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقارؓ کے گدھے کا چارہ ختم ہو گیا تو انہوں نے اپنے لڑکے سے کہا کہ گھر سے گندم لے کر اس کے عوض جو خرید کر لاؤ اور دیکھنا کہ کم زیادہ نہ ہوں بلکہ برابر ہوں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ایک بچہ عبد اللہ بن مسعودؓ دیکھا کہ غلاموں کی خرید و فروخت کر رہا ہے، تو آپ ﷺ نے اسے برکت کی دعا اور دعائی 23۔

ان جیسے واقعات سے پتہ چلا کہ سلیقہ مندی اور معاملہ فہمی کس قدر ضروری ہے۔ اور پھر خود حضور ﷺ کا بچوں کی خود اعتمادی سراہنا اور حوصلہ بڑھانا اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اس کو سیکھا جائے اور عملی زندگی میں اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

معلمین کی توقیر و احترام

عالم کا بہت بڑا رتبہ ہے کیونکہ اس سے خیر اور بھلائی عام ہو جاتی ہے۔ انسانوں کی راہنمائی کا فریضہ ادا کرتا ہے اور یوں خیر و شر میں انسانیت کی راہ متعین کرنے میں مدد و معاون بنتا ہے۔ اس وقت دنیا نے جو بھی ترقی کی ہے، معلمین کی بدولت ممکن ہوا ہے۔ انسان اول کا معلم خود اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ فرمایا:

"وَعَلَمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" 24 اللہ نے آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔

معلم کی عزت و احترام اس کے علم اور سکھانے والے کی عزت و توقیر ہے اور جو اللہ اور اس کے علم کی توقیر رکھتا ہے اس کو دنیا و آخرت میں بھلائی نصیب ہوتی ہے۔ علم ایک لازوال دولت ہے جو ترقی کے رازوں کا الہی زینہ و سرچشمہ ہے اور اس زینے کے کارگروں کے مقام کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں تو علاقے میں وہ کاروبار ٹھپ ہو کے رہ جاتا ہے جو چل رہا تھا۔ اس سلسلے میں عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

"مَوْتُ الْعَالِمِ ثُلَمَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَا يَسْدُدُهَا شَيْءٌ مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ" 25۔

ترجمہ: عالم کی موت ایسی مصیبت ہے جس کی تلاذی نہیں ہو سکتی اور ایسا نقصان ہے جو پورا نہیں ہو سکتا جب تک دن رات کا نظام قائم ہے۔

تب تو ایک عالم کی موت کو پورے عالم کی موت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ لہذا علم کے ایسے ستاروں کی قدر کرنی چاہیے اور ان کی رہنمائی سے فائدہ اٹھا کر امت کو زندہ رکھا جائے۔ علم اور معلم کس قدر اہمیت اور احترام کے لائق ہیں، آپ ﷺ نے اس ضمن میں فرمایا:

"اَغْدُ عَالِمًا، اَوْ مُتَعَلِّمًا، اَوْ مُسْتَمِعًا، اَوْ مُحِبًّا، وَلَا تَكُنْ الْخَامِسَةَ فَتَهْلِكَ" قَالَ عَطَاءُ بْنُ مُسْلِمٍ: فَقَالَ لِي مَسْعُرٌ: زَدْنَا خَامِسَةً لَمْ تَكُنْ عِنْدَنَا، وَقَالَ: وَالْخَامِسَةُ أَنْ تَنْغُضَ الْعِلْمَ وَأَهْلَهُ"²⁶

ترجمہ: یا تو عالم بنویا متعلم، علم کو غور سے سننے والے بنویا علم اور اہل علم سے محبت کرنے والے اور ان چاروں کے علاوہ پانچوں نہ بنو اور وہ یہ کہ تم علم اور اہل علم سے بغض رکھو۔

ایک عالم جو شیطان کیلئے ہزار عابدوں سے بھاری ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شیطانی راستوں کے لیے رکاوٹ Barrier اور ہبر انسانیت ہونے کے ساتھ ساتھ خیر اور بھلائی کا سرچشمہ ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ"²⁷

کیونکہ ان کے تمام کام عملی بنیادوں پر قائم ہوتے ہیں جبکہ ایک بے علم شخص کو دھوکہ دینا شیطان کیلئے کوئی بڑا مسئلہ نہیں۔ اس بات کی اہمیت کا اندازہ آج کی ٹکنالوجی سے پوچھنے کے ایک ماہر عالم ایک کمرے میں بیٹھ کر پوری قوم بلکہ پوری دنیا سے لڑ رہا ہوتا ہے۔ کمپیوٹر کے بُن پر بیٹھ کر پوری بستی کو غارت کر رہا ہوتا ہے۔ خواہ تھیک کرتا ہے یا غلط اس سے قطع نظر ایک قوت رکھتا ہے جو پوری آبادی اور ایک جماعت سے بھاری بھر کام سرانجام دے رہا ہوتا ہے۔ علمائے ربانی جو انسانیت کے لئے بمنزلہ روح ہے اور انبیاء کے وارث ہیں آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

"وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَبَّةُ الْأُنْبِيَاءَ وَإِنَّ الْأُنْبِيَاءَ لَمْ يُؤْتُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَهُ بِحَظِّهِ وَافِرٌ"²⁸

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے احترام کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ نے علماء کو اپنا وارث قرار دیا ہے لہذا ان کا احترام اسی طرح لازم ہے۔ ان کی مجالس میں شریک ہونا، ان کی خدمت کرنا، ان سے لطف و نرمی سے پیش آنا اور ان سے راجہمانی لینا، طالب علم کی ضرورت ہے۔

عبداللہ بن مبارک روایت کرتے ہیں کہ "حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! تم پر علماء کی صحبت اختیار کرنا لازم ہے اور تم حکماء کا کلام سناؤ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے مردہ دلوں کو اس طرح زندہ کرتا ہے جس طرح مردہ زمین کو موسلا دھار بارش سے زندہ کرتا ہے"²⁹

اسلام میں ویسے بھی بڑوں کے احترام کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَيْسَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ لَمْ يَرْجِمْ صَفَّيْرَتَهُ وَيَغْرِفْ شَرَفَ كَبِيرَتَهُ"³⁰ وہ ہم میں سے نہیں ہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور ہمارے بڑوں کا ادب اور شرف نہ جانیں اور اساتذہ ہمارے دو طرح کے بڑے بیس علمی رتبے کے لحاظ اور استاذ ہونے کے ناطے سے۔ لہذا اساتذہ کا احترام و توقیر ہمارے اوپر لازم ہے۔ اور اس احترام کا تقاضا ہے کہ ان سے انبیاء کا میراث حاصل کی جائے اور اسے چار دنگ عالم میں پھیلا جائے، تاکہ دنیا اس سے مستفید ہو۔

iv طالب علم کا سکالروں سے اشتراک اور عملی رہنمائی لینے کی ضرورت

معلمین کی صحبت اور رہنمائی کا انسان کی شخصیت سازی اور کردار سازی پر بڑا گھر اچھا پ رہتا ہے، اور علمی و عملی بصیرت میں کمال حاصل ہوتا ہے اور یوں برکتوں کا حصول یقین ہو جاتا ہے۔ اس بات کے یقین ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ تین لڑکے خدمت کیلئے پیش پیش رہتے تھے۔ معلم کائنات کی صحبت اور رہنمائی سے وہ تین لڑکے اپنے فن اور علم کے میدان میں امام بنے، یعنیوں کا ایک ہی نام تھا عبد اللہ: یعنی

الف ایک کا نام عبد اللہ بن مسعود ہے جو امام الفقہاء بنے اور فتنہ کے امام ہیں۔

ب دوسرا کا نام عبد اللہ بن عباس ہے جو امام المفسرین اور فن تفسیر کے امام ہیں۔

ج تیسرا کا نام عبد اللہ بن عمر ہے جو امام الحدیث اور علم حدیث کے امام ہیں۔

علم اور طالب علم؛ اللہ اور اس کے نبی کو کس قدر محبوب ہیں؟

اس کا اندازہ آپ ﷺ کے درج ذیل فرمان سے لگایا جاسکتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمَاءَ فِي جُهْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعْلِمِ النَّاسِ الْخَيْرِ۔³¹

ایک اور حدیث میں طالب علم کے بارے میں فرمایا کہ فرشتے اس کے راستے میں پر بچھاتے ہیں۔ اور طالب علم کیلئے حیوانات اور سمندر میں مچھلی اور بلوں میں جیجو نیماں دعائیں کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنَّ الْمَلَائِكَةَ تَضَعُ أَجْنِحَهُمَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رَضَا بِمَا يَطْلُبُ۔³²

اور ایک عالم کی موت عالم کی موت قرار دیا گیا ہے۔ شاگرد رسول عبد اللہ بن مسعود نے یہی بات فرمائی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے عالم و متعلم دونوں کو اجر میں شریک قرار دیا ہے، فرمایا: "الْعَالَمُ وَالْمُتَعَلِّمُ شَرِيكَانِ فِي الْأَجْرِ" کیونکہ دونوں امت مسلمہ اور انسانیت کے مستقبل کے روشن کرنے کا سبب ہیں۔ عالم دنیا میں چراغوں کی مانند ہیں لوگ اس سے روشنی و رہنمائی لیتے ہیں۔ لہذا ایک طالب علم کو استاد کی قدر و قیمت جان کر اس سے مکمل رہنمائی لینی چاہئے اور بصیرت میں کما جھہ اضافہ کر کے امت کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرے کیونکہ علم و شمن کے خلاف ہتھیار اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قوموں کو عروج عطا کرتا ہے، جس کا اندازہ آج کل کے سائنسی علم میں مہارت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک عالم اور ماہر شخص پوری آبادی پر بھاری نظر آتا ہے۔

لہذا یے علوم کے حصول کیلئے علماء اور سکالروں سے اشتراک اور رہنمائی لینا ضروری ہے تاکہ مستقبل کی راہنمائی اور سیاست و قیادت بہتر طریقے سے کی جاسکے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کا گزر ایک لڑکے کے پاس سے ہوا جو بکری کی کھال اتار رہا تھا، مگر ٹھیک طریقے سے نہیں چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کی کھال میں اور گوشت کے درمیان داخل کیا اور اس کے اندر گھسادیا تو فرمایا: ایسا ہی کیا کرو³⁴ اور عملی طور پر کھال اتار کر اسے سکھایا۔

بھی وجہ تھی کہ صحابہ کرام اپنے بچوں کو ساتھ غزوات میں عملی تربیت کے لئے جایا کرتے تھے جس کا تذکرہ کتب سیر کی زینت بناتے ہیں اس طالب علم کو اپنے اساتذہ سے عملی تربیت و راہنمائی لینی چاہیے تاکہ اس کا علم گھر اور پختہ ہو۔

محنت، لگن اور حوصلہ مندی

v

محنت پیغمبری صفت ہے، جیسا کہ یہ بات معلوم ہے تمام پیغمبر اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ کوئی نہ کوئی پیشہ اپنی رزق کی کمائی کیلئے اختیار فرمایا۔ کسی کا زریعہ معاش اور پیشہ گلہ بانی ٹھاکری کا زراعت، کسی کا پیشہ بڑھی، تو کسی کا زرہ سازی، اور ہمارے نبی کا پیشہ گلہ بانی اور تجارت تھا۔

الغرض! محنت اور لگن پیغمبروں کا پیشہ اور سنت ہے۔ کم ہمت اور نکافن خدا اور اس کے رسولوں کو ناپسند ہے۔ خدا کے پیغمبروں کی سنت مصائب اور حادث کو حوصلہ مندی سے برداشت کرنا اور صبر و استقامت اختیار کرنا معلوم و معروف ہے۔ خصوماً دعوت کے کام میں تمام پیغمبروں کی سنت سخت محنت، لگن اور حوصلہ مندی تاریخ کا حصہ ہے۔ اللہ نے اپنے آخری کتاب میں اس کے ماننے والوں کو ہمت اور حوصلہ سے حالات اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے بار بار اجھا رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ" ³⁵

پس اے نبی ﷺ، صبر کرو جس طرح اولو العزم رسولوں نے صبر کیا ہے، اور ان کے معاملہ میں جلدی نہ کرو۔ اور انسان جس چیز کے لئے کوشش کرتا ہے اللہ وہ چیز دے دیتا ہے۔ اور یہ عام قانون ہے اس میں کسی مومن غیر مومن کی تخصیص نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَأَنَّ لَيْسَ لِلنَّاسِ إِلَّا مَا سَعَى" ³⁶ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

امت مسلمہ کے مستقبل کا تحفظ اور طلبہ

2

فکری اور علمی اساس کا تحفظ

i

آپ ﷺ کے جان ثاران کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل تھی اور ان کو مرتبی اول علیہ السلام سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ انہوں نے جو فکر اور علم آپ ﷺ سے حاصل کیا نہ صرف یہ کہ انہوں نے اسے ضائع ہونے سے بچایا بلکہ اس کا عملی تحفظ

مستقبل کے چیلنجز میں طلبہ کا کردار سیرت طلبہ کی روشنی میں

بھی کیا اور یہی عشق و سیرت مصطفیٰ ﷺ کے ادایگی کے صحیح تقاضے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیارے جبیب ﷺ کے احکامات اور تعلیمات کو تحفظ دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قُلْ إِنَّ كَانَ آبَاكُمْ وَأَبْنَاءكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ أَفْرَقْتُمُوهَا وَتِجَارَةً تَخْشُونَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ الَّهِ وَرَسُولِهِ وَجَهَادٍ فَتَرَصَّدُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْفَوْقَمُ الْفَاسِقِينَ“ ³⁷ -

ترجمہ: اے نبی! کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی اور تمہارے بھائیوں اور تمہارے عزیزو اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی راہنمائی نہیں کیا کرتا۔

اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ دین محمد کا فکری، علمی اور عملی تحفظ کیا جائے اور صحابہ کرامؓ نے محبت رسول ﷺ کو یہی سمجھا تھا کہ محبوب کے کہے اور کیے ہوئے کوسر آنکھوں پر سمجھا جائے اور انہوں نے ایسا ہی کیا اور دین اسلام کو فکری و عملی تحفظ فراہم کیا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی اس حدیث سے اچھی طرح آشنا تھے اور اس کے تقاضے جانتے اور پہچانتے تھے کہ:

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب میں اس کو اس کے ماں باپ اولاد اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤ۔ ³⁸ -

یہ فکری و عملی اساس اس وقت مضبوط ہو گئی جب اس کے مانے والے خود اس کے پرستار اور اس پر عمل پیرا ہوں اور یہ قرآن کا نشا بھی ہے ارشاد باری ہے: ”فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللُّورُ الَّذِي أَنْزَلْنَا“ ³⁹ -

ترجمہ: سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کے نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاو۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے عملی تقاضے یہ ہیں کہ اس کی فکری و عملی اساس کو مضبوط کیا جائے، جس کا نام نامی شریعت محمدی ہے۔ بلاچوں و چراں ماس کو مان لیا جائے اور اس پر عمل پیرا ہونا محبت رسول کے تقاضے ہیں اور یہی عقل مندی ہے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اللہ نے اہل مکہ کو یہی دعوت فکر دی تھی کہ جبیب کا تمہارے درمیان چالیس سال کا عرصہ گزارنا اس بات کا مقتضی ہے کہ آپ ﷺ کے طرز عمل اور دعوت فکر کو اپنا لیا جائے ورنہ یہی بے عقلی ہو گی۔ ⁴⁰ -

دین اسلام جو عمل کا دوسرا نام ہے، اور فکر و عمل میں انقلاب پیدا کرتا ہے، ایسے اعمال کے ذریعے اس دین کو غذا بھی کرنا نہ صرف دنیا بلکہ آخرت کی کامیابی کا بھی ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے ایک سائل صحابی کو جب کہ وہ قیامت کے بارے میں پوچھ رہے تھے، یہ بات یوں سمجھائی تھی کہ ”آپ نے اس کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ تو صحابیؓ نے جواب دیا: میں نے کوئی بڑی تیاری تو نہیں کی ہے، البتہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دلی محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"الْمُرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ" قَالَ: "إِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ" ⁴¹ -

ترجمہ: ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا اور تو کبھی روز قیامت اس کے ساتھ ہو گا جس سے تجھے محبت ہے۔ دین اسلام کے فکری و عملی اساس کا تحفظ اصل میں محبت رسول ﷺ کے تقاضے ہیں اور اس کیلئے آپ ﷺ اور صحابہ کرامؐ فکرمند تھے جس کیلئے ہر شخص اور ہر طالب علم کو فکرمند ہونا چاہیے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اماعت گزاری کیلئے فکرمند ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے فوز عظیم کی خوشخبری ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا" ⁴² -

ترجمہ: جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ اور جو لوگ دین اسلام کی فکری اساس کے تحفظ کیلئے فکرمند ہوتے ہیں، ان کیلئے فوز عظیم کے ساتھ اعلیٰ درجے کے لوگوں کے ساتھ نہست و معیت ہو گی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّنَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشَّهِدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا" ⁴³ -

ترجمہ: جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ کیسے اب تھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔

امام بخاری کا بہت بڑا نام اور مقام اس لیے ہے کہ آپ نے طالب علمی کے مبارک دور میں علم دین کو فکری اور عملی اساس اس طرح فراہم کیا ہے کہ صحیح بخاری حیثی عظیم کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ حافظ میں جگہ دی اور محفوظ کیا۔ دیگر لوگ آپ کے حافظ سے اپنی کتابوں کی صحیح کر لیا کرتے تھے۔ آپ نے سولہ سال کی عمر میں حصول علم کی تکمیل کی تھی اور دوسرا بعد آپ نے قضاۓ الصحابة والتابعین تصنیف کی ⁴⁴ -

وحدت امت کا تحفظ

ii

مو من ایک دوسرے کے دوست اور سرپرست ہیں اور احادیث میں ان کو ایک عمارت سے تشبیہ اس لئے دی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کیلئے معاون اور قوت و طاقت کا سبب ہیں۔ لہذا موجودہ دور میں ایک طالب علم کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ وہ امت مسلمہ کی وحدت کیلئے اپنی توانائیاں صرف کریں اور اس طرح وہ سیرت مصطفیٰ ﷺ کے تقاضے پورا کر سکتا ہے، کہ جس سے مسلمان ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے، جو دنیا کی قیادت کر سکے اور عالمگیریت کے اس دور میں دنیا جس اضطرابی کیفیت سے گزر رہی ہے، اس میں انسانیت کے لیے باعث ہدایت اور نجات بن جائے اور یوں سیرت مصطفیٰ ﷺ کے بہترین تقاضے پورے کیے جائیں کہ ایک طالب علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت کو متعدد کر دے اور بے اتفاق اور تفرقہ بازی سے نجات دلادیں جو قرآن کریم کا حکم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا" ⁴⁵ اور سب مل کر اللہ کی رسمی مضبوط کپڑو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

آپ ﷺ نے اس اصلاحی کام کی بڑی فضیلت بتائی ہے کہ کوئی فرد امتِ مسلمہ کے وحدت اور اصلاح کا کام سرانجام دے، فرمایا:

"إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ" ⁴⁶ -

ترجمہ: مسلمانوں کی آپس میں اصلاح کا کام بہت اہم کام ہے اور ان کے مابین فساد ان کی جڑوں کو کاٹتا ہے
مند امام احمد کے شارح اور تحقیق، امام عبد الرحمن البنا اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ نِوافِلِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ مَا فِيهِ مِنْ عَوْمُومِ الْمَنَافِعِ الْدِينِيَّةِ
وَالْدُّنْيَوِيَّةِ مِنَ التَّعَاوُنِ وَالتَّنَاصُرِ وَالْأَلْفَةِ وَالاجْتِمَاعِ عَلَى الْخَيْرِ حَقِّ أَبْيَحَ فِيهِ الْكَذِبُ وَكَثْرَةُ مَا
يَنْدُفعُ مِنَ الْمَضْرَبَةِ فِي الدُّنْيَا وَالدِّينِ بِتَشْتِتِ الْقُلُوبِ وَوَهْنِ الْأَدِيَّانِ مِنَ الْعَدَاوَاتِ وَتَسْلِيْطِ الْأَعْدَاءِ
وَشِمَاتَةِ الْحَسَادِ فَلِذَلِكَ صَارَتْ أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ" ⁴⁷ -

ترجمہ: مسلمانوں کی اصلاح نفل نمازوں، روزے، صدقہ سے افضل ہے کیونکہ اس کے دینی اور دنیاوی فوائد بہت زیادہ ہیں اس میں تعاون، مدد، محبت اور بھلائی پر جمع ہونا ہے۔ اس وجہ سے اس میں جھوٹ بولنا بھی جائز ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں دین و دنیا کی بہت سے مضر تیز مثالاً دلوں کی دوری، ادیان کا خوف، دشمنوں کا تسلاط اور حاسدوں کا خوش ہونا دور ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ صدقات سے افضل ہو جاتا ہے۔

امت کو عزت کے مقام پر کھڑا کرنے کیلئے جس سمجھی اور جہد کی ضرورت ہے، اس کی امید صرف نوجوان سے ہی کی جاسکتی ہے۔ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی تحریک میں نوجوانوں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور جوان مث نقوش چھوڑے ہیں آج بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں اور اپنی مثال آپ ہیں۔ اذیت اور بلا کشی کے باوجود انہوں نے اسلام کیلئے جو اول العزمی اور ثابت قدی دکھائی ہے اور تبلیغ اسلام میں جو جذبے اور ولے دکھائے اور جو صلاحیتیں اور تو انہیاں صرف کیں اور اسلام کو چارچاند لگائے، ان میں مصعب بن عمير، ابو جندل، خالد بن سعید اور حضرت عمر، اور زییر بن العوام ^{رض} وغیرہ جسے نوجوان رکھیں زادوں اور عبد اللہ بن مسعود، بلال حبshi اور سلیمان فارس ^{رض} جیسے غریب الدیار اور حضرت علی، زید بن ثابت اور عمر رضی اللہ عنہم جیسے دیگر نوجوانوں کا ولوہ، جزبہ اور خون پسینہ امت مسلمہ کی اساس میں شامل ہے۔ آج کے نوجوان اگر موآخات کی روشنی میں ایک دوسرے کے بھائی "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" اور سرپرست "وَالْمُؤْمِنَاتُ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُنْ أُولَئِيَّاءُ بَعْضٍ" ⁴⁸ بن جائیں تو کون سی قوت امت مسلمہ کو قیادت سے روک سکتی ہے۔ یہ مسلمانوں کی تاریخ ہے جو ایک حقیقت ہے اور جو ہم سے چھینی گئی ہے، اس کو بحال کر کے انسانیت کو تباہی سے بچانا وقت کی ضرورت ہے۔ تاریخ میں جو بھی تحریکیں اٹھی ہیں، نوجوانوں نے اس میں ہر اول دستے کا کردار ادا کیا ہے اور قوموں میں ولوہ بیدار کرنے کا باعث بنے ہیں۔ بدرو حنین اور خندق و تبوک کے معزکوں کی تاریخ ہو، تحریک پاکستان یا تحفظ پاکستان کی تحریک ہو یا موجودہ دور میں عرب سپر گنگ وغیرہ ہو، اس میں معاذ و معوذ ^{رض} اور الہبر اور الشمس اور دیگر نوجوانوں کے ولوے اور جزبے تاریخ کا حصہ ہیں اور رہیں گے۔

مسلمانوں کی وحدت سے دنیا خائف ہے لیکن موجودہ دور کی فساد اور انہا پسندی کی روک تھام اور نجات دلانے کیلئے امت مسلمہ کی وحدت وقت کی ضرورت ہے، جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے بہت ہی تاکید کی ہے جیسا کہ یہ بات اوپر کی آیات میں گزری ہے۔

تمام اسلامی عبادات وحدت امت اور قوت کے حصول کا زبردست مظہر ہیں۔ کبھی موسم حج کا اجتماع اور اخبار قوت کا ذریعہ اور کبھی پنج وقتہ نماز کا اجتماع اور کبھی پورے رمضان میں بیک وقت تمام امت کاروڑہ داری اور عبادت گزاری امت مسلمہ کی وحدت کی عملی مشق اور تربیت کے اہم ذرائع ہیں۔ وحدت امت سے نہ صرف اندر و فی استحکام پیدا ہوتا ہے بلکہ بیرونی اور جارح قوتوں کا زور بھی اس سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے انہا پسندی کا خاتمه ہو جاتا ہے۔

اسلامی اخلاقیات کا تحفظ

iii

اسلامی اخلاقیات کیا ہیں؟ اس کے کیا تقاضے ہیں؟ اور سیرت مصطفیٰ سے اسکا کیا تعلق ہے؟ اسلام میں اخلاقیات کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے اندر عزیز مصر نے صلاحیت اور امانت دیکھی تو کہا: "إِنَّكَ الْيُومَ لَدَنِنَا مَكِينٌ أَمِينٌ"⁵⁰ پیشک آپ ہمارے ہاں ذی عزت اور امانت دار ہیں اور اسی طرح امانت داری نے آپ کو سیاست و قیادت تک پہنچایا۔ وہ اخلاقیات جو امت کے جوانوں میں ہونی چاہیں، ان میں چند ایک یہ ہیں:

الف شجاعت و بہادری

اسلام میں شجاعت کو اخلاق حسنہ میں شمار کیا گیا ہے۔ قرآن اس کی توثیق ان الفاظ میں کرتا ہے:

"الَّذِينَ يُلَّغُونَ رِسْلَتَ اللَّهِ وَيَخْسُونَهُ وَلَا يَخْسُونَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهُ وَكُفَّى بِاللَّهِ حَسِيبًا"⁵¹۔

یہ سب ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوکسی سے نہ ڈرتے تھے، اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ تمام پیغمبروں نے دعوت دین کے کاموں میں نہایت شجاعت اور بے خوفی سے کام لیا ہے خواہ حضرت ابراہیم، نوح، موسیٰ، یوسف، داؤد، عیسیٰ و دیگر انبیاء علیہم السلام ہوں یا محترم صطفیٰ ﷺ کے چھاپے کے پاس آتے اور ہر طرح سے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کرتے لیکن آپ ﷺ چاچا کو جواب دیتے کہ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں آفتاب اور بائیں میں ماہتاب بھی میں یہ کام چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ تمام غزوتوں میں آپ ﷺ کا شجاعت اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کا طرزِ عمل دنیا کے سامنے ہے۔ شعب ابی طالب میں سختیاں برداش کرنا ہو یا طائف میں اذیتیں، سب سے دنیا واقف ہے۔

ب صبر و استقامت

اپنے نفس کو ان کاموں سے روکنا، جس سے عقل یا شرع منع کریں⁵² اپنے نفس کو اضطراب و گھبراہٹ اور کم ہمت سے روکنا اور اعلیٰ مقاصد کیلئے ثابت قدی و استقلال اختیار کرنا، نفس کو حرام و ناجائز کاموں سے روکنا، اطاعت شریعت و عبادت پر نفس کی استقلال اور حق کے راستے میں آفات و مصائب پر صبر و استقامت اور نتائج کیلئے بے صبری دکھانے سے اپنے آپ کو روکنا قرآنی

مستقبل کے چیلنجز میں طلبہ کا کردار سیرت طلبہ کی روشنی میں

تعلیم اور پیغمبرانہ شیوه ہے جسے صبر اور شجاعت بھی کہتے ہیں۔ دشمنوں کے مکرو فریب کے مقابلے میں صبر اور شجاعت ایک زبردست ہتھیار ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَقْوُا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا" ۵۳۔

عظمیم مقاصد کے حصول کیلئے صبر و استقامت اجر و جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اور پھر جب یہ جدوجہد اجتماعی مقاصد اور امت مسلمہ کی عزت شوکت اور وقار کے قیام کے لیے کی جائے تو کس قدر اجر و ثواب اور بدلہ ملے گا؟ آپ ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا:

"يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ : إِنَّ آدَمَ إِنْ صَبَرَتْ وَاحْتَسَبَتْ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى ، لَمْ أَرْضَ تَوَابًا دُونَ الْجَنَّةِ" ۵۴۔

ترجمہ: ابن آدم اگر تو نے صدمے کے شروع میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں تیرے لیے جنت سے کم بد لے پر راضی نہیں ہوں۔

ج ایثار و قربانی

اسلام میں ایثار و قربانی اور صبر نے جس نامساعد حالات میں اپنے ماننے والوں کو قابو میں رکھا، ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ گھر بار چھوڑنے والوں نے بے خوفی سے بھرت کی، جہاد میں شریک ہوئے اور ایثار و قربانی کے بے شمار واقعات پیش آئے۔ انصار نے مہاجرین کو غریب الدیار اور اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا اور یوں اسلام کو چار دنگ عالم میں پھیلنے کا موقع ملا اور اصول کی حکمرانی ممکن ہوئی۔ آج پھر سے اس چیز کی اشد ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ نوجوانوں میں ایثار و قربانی کا جذبہ کوٹ کوٹ بھر دیا جائے اور اس کا احاطہ انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی، ملکی اور بین الاقوامی لیوں تک پھیلایا جائے تاکہ ایک منظم اور ہمہ گیر امت کو کھڑا کیا جاسکے جوہر طرح کے شروع فداد اور بے چینی و بے قاعدگی کا خاتمه کریں۔

د نظم و ضبط

غزوہ توبک کے موقع پر کعب بن مالکؓ کے ساتھ سو شل بائیکاٹ کا معاملہ پیش آیا۔ حدود کے نفاذ میں صحابہ و صحابیاتؓ کا طرز عمل ہو یا پابندی شریعت کا معاملہ۔ یا شراب کی ممانعت کے احکامات کی تعییں ہو یا زکوٰۃ و عبادات اور صوم میں نظم و ضبط کی تعییل، ہر موقعہ اور معاملے میں بڑے نظم و ضبط اور اصول پسندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مثلاً

ایک لیشی نوجوان سے بنی بکر کی ایک عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب ہوا لیکن اصول پسندی اور پابندی شریعت نے اسے اقرار گناہ پر آمادہ کیا تو کہنے لگا:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقِمْ عَلَى الْحَدَّ. فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ ذَلِكَ؟ «قَالَ: أَتَيْتُ امْرَأً حَرَاماً" ۵۵۔

ترجمہ: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے اوپر حد قائم کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کے اوپر کیا حد ہے؟ تو وہ کہنے لگا: میں نے عورت سے زنا کیا ہے۔

اسی طرح عمرو بن سمرہؓ سے اونٹ چوری کا ارتکاب ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے ہے اور کہتے ہیں: اللہ کے نبی مجھے پاک کیجئے اور یوں آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کٹوادیا، تو عمرو بن سمرہؓ کٹھے ہاتھ کو مناطب کر کے کہنے لگے:

"الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي طَهَّرَنِي مِنْكِ ، أَرْدَتِ أَنْ تُدْخِلِي جَسَدِي النَّارَ" ⁵⁶ -

ترجمہ: اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے تھج سے پاک کیا، تو نے چاہا کہ مجھے آگ میں ڈال دے۔

ان جیسے بے شمار واقعات سے نظم و ضبط، اصول پسندی اور دلیری و بہادری کی بے نظیر مثالیں سامنے آتی ہیں۔ اس وقت اس قسم کی دلیرانہ، بے باکانہ اور جرات مندانہ اقدامات کی قوم کو اشد ضرورت ہے اور نوجوانوں ہی سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے۔

فارغ اوقات اور با مقصد سرگرمیاں

iv

اسلام با مقصد اور صحبت مندانہ سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جس سے ذہنی تازگی اور جسمانی صلاحیتوں میں اضافہ ہو۔ قرآن مجید کی کئی آیات اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؐ کی زندگیوں کے کئی ایک واقعات سے اس کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ آپ اپنے صحابہ کرام کے درمیان دوڑ، نیزہ بازی اور کشتمی جیسے مقابلے منعقد کرتے تھے۔ ان جیسی سرگرمیوں سے انسان کو فرحت و نشاط اور جسمانی تازگی ملتی ہے۔ قوت جسمانی ایک نعمت ہے جس کی حصول کے لیے اس قسم کی سرگرمیاں ضروری ہیں۔ آپ نے ایک تو ان اور مضبوط مومن کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے فرمایا:

"الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ حَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلِّ حَيْرٍ، احْصُنْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ" ⁵⁷ -

ترجمہ: ایک قوی الجسم اور صلاحیتوں سے مالا مال انسان دنیوی امور کے ساتھ ساتھ اخروی امور کو بھی بطریق احسن ادا کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا قول بطور مشورہ والد کے لیے قرآن میں یوں ذکر کیا گیا ہے:

"قَالَتْ إِحْدِيهِمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ . إِنَّ حَيْرَ مَنْ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْكَمِينُ" ⁵⁸ -

ترجمہ: ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا "باجان، اس شخص کو نوکر رکھ لیجیے، بہترین آدمی ہے آپ ملزم رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو مضبوط اور اماندار ہو۔

جب جسم مضبوط ہو اور اخلاق بھی مضبوط میں تو امانتوں کا بوجھ بہتر طریقے سے اٹھایا جاسکتا ہے، جو اللہ کا حکم ہے

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤْدُوا الْأَمْمَنَتِ إِلَى آهْلِهَا" ⁵⁹ -

ترجمہ: مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو۔

مستقبل کے چیلنجز میں طلبہ کا کردار سیرت طلبہ کی روشنی میں

ایک قوی اور مضبوط جسم والا مومن اللہ کی دین کی بہتر خدمت کر سکتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس نعمت کے حصول کے لیے فارغ اوقات میں اس قسم کی با مقصد سرگرمیاں جو جسم اور عقل و فکر کی مضبوطی کا سبب بنتی ہیں؛ آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ میں اس کی حوصلہ افزائی ملتی ہے۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے درمیان تیر اندازی، گھوڑ اور اونٹ کی دوڑ، پیپلوانی کے مقابلوں کی ترغیب دیا کرتے تھے اور اس پر آپ ﷺ مختلف انعامات بھی دیا کرتے تھے یہ انعامات اول تا چارام اور پنجم آنے والے مختلف افراد کو ملتے تھے⁶⁰ اور ایسی سرگرمیاں نہ صرف فارغ اوقات کا صحیح مصرف ہیں بلکہ اس سے تفریح طبع کے ساتھ جسم و عقل کی نشوونما بھی ہوتی ہے۔

لہذا طالب علم کو فارغ اوقات میں ایسے مشاغل اور سرگرمیاں ترتیب دینی چاہیں جو طلبہ کی صلاحیتوں میں ہمہ جہت اضافے کا سبب ہوں اور امت کو بہتر اور مہر افراد کا بھی میسر آ سکیں۔ اور غلط و ناجائز مشاغل میں مصروف ہونے اور تفسیع اوقات سے نسل نو کو بھی بچایا جاسکے۔

اگر ان با مقصد سرگرمیوں کے نتیجے میں کچھ باکمال افراد امت کو مل جائیں تو نعمت سے کم نہیں ہے اور یہ ایک صدقہ جاریہ بھی ہو گا۔ اس کا اندازہ حضرت عمرؓ کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے جو آپؓ نے عمرو بن العاصؓ فارغ مصر کو چار ہزار فوجی کمک کے ساتھ چار مخصوص افراد بھیجتے ہوئے کہا تھا کہ ان چار افراد میں سے ہر فرد ایک ہزار کے برابر ہے۔ اسی طرح مجموعی فوج کو بارہ ہزار سمجھو پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس چار ہزار فوج تھی اور چار ہزار کمک جن میں یہ چار افراد تھے، بھیجی تھی اور ساتھ کہا تھا کہ بارہ ہزار افراد کو اس سے کم افراد سے نکست نہیں کھانی چاہیے⁶¹ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے ہاں باصلاحیت افراد کی کتنی تدریجیت تھی۔ اسی طرح علمی اور با مقصد کویز، سوالات اور بیت بازی کے مقابلے طالب علموں کی ذہنی و فکری صلاحیتوں میں اضافے کا سبب ہوتا ہے۔

مستقبل کے چیلنجز کے علمی و عملی مقابلے کی تیاری

v

وقت اور حالات کے مقابلے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تیار رہنے کا حکم دیا ہے، فرمایا:

"وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِنَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ

دُونِيهِمْ لَا تَعْلَمُوهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ"⁶² -

ترجمہ: اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔

جبکہ آپ ﷺ نے امت کو اس کی ضرورت کی طرف یوں متوجہ کیا، حضرت ابو بکر اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو مرتدین سے جنگ کرنے کیلئے روانہ کرتے ہوئے فرمایا: جس سے تمہارا مقابلہ ہو ان سے اسی قسم کے ہتھیار سے ٹڑو جس سے وہ تم سے لڑیں۔⁶³

حدیث نبوی کا منشاء یہ ہے کہ مومن اپنے دشمن کا مقابلہ جدید ترین صلاحیتوں سے لیں ہو کر کریں۔ وقت اور زمانے کے تقاضوں اور موزوں صلاحیتوں کے حصول سے کم ہمتی اور سستی نہ دکھائی جائیں، ورنہ ظالموں کیلئے دستر خوان بن جائیں گے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اس کے عواقب سے خبردار کرتے ہوئے ایک حدیث میں فرمایا ہے:

"يُوشِكُ أَنْ تَدَاعِي عَلَيْكُمُ الْأَمْمُ كَمَا تَدَاعَى الْقَوْمُ عَلَى قَصْعَتِهِمْ قَالَ: مَنْ قِلَّةٌ؟ قَالَ: لَا وَلِكَثَةٌ
غُثَاءُ كَغُثَاءِ السَّيِّلِ يُجْعَلُ الْوَهْنُ فِي قُلُوبِكُمْ" ⁶⁴

ترجمہ: قریب ہے تمہارے اوپر دیگر تو میں ایسی ٹوٹ پڑیں کی جس طرح لوگ اپنے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہا گیا، کیا ایسا ہمارے کی کی وجہ سے ہو گا؟ آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن وہ سمندر کے جھاگ کی طرح ہوں گے اور ان کے دلوں میں وہن ڈال دیا جائے گا۔

آج مسلمانوں کی آبادی سوا ارب سے متجاوز کر گئی ہے لیکن وزن کیا ہے؟ حدیث سے واضح ہے اور واقعی آج مسلمانوں پر کافر دستر خوان کی طرح ٹوٹ پڑے ہوئے ہیں۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کو عصر کی ضرورتوں کا خیال کرتے ہوئے تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ محض جسامت اور خس و خاشک جمع کرنے سے یہ امت ترقی نہیں کرے گی بلکہ یہ تو دشمن کی آگ ملنگا لوگ، میراںکوں اور ایٹھی اسلحہ کے ایندھن بن رہے ہیں۔ ظاہری جسامت اور تعداد کسی کام کے نہیں۔ صلاحیت پیدا کرنا اور مقاصد کی طرف بڑھنا اصل کارنامہ ہے۔ اللہ نے منافقین اور ڈرپوک لوگوں کی یہ صفت بیان کی ہے:

"وَإِذَا رَأَيْهُمْ تُعْجِبُكُ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِفَوْلِيمْ كَأَنَّهُمْ حُشْبٌ مُسْتَنَدٌ" ⁶⁵

ترجمہ: انہیں دیکھو تو ان کے جیسے تھیں بڑے شاندار نظر آئیں، بولیں تو تم ان کی باقی سنتہ رہ جاؤ۔ مگر اصل میں یہ گویا لکڑی کے کندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دیئے گئے ہوں۔

اہذا عقل فہم اور مہارت اور زمانے کے چیلنجز کیلئے بیشیت مسلمان ایک طالب علم جو کچھ کر سکتا ہے، کوئی دوسرا نہیں کر سکے گا۔ اپنے مقاصد کو سامنے رکھیں اور پیغم اس کی طرف بڑھیں۔ اگر ایک شخص اس تاظر میں ۷ ادن کسی قوم کی زبان سیکھ سکتا ہے اور وقت و حالات کا مقابلہ کر سکتا ہے تو آج کیا وجہ ہے کہ ہم عصر کے مطالبات اور مقابلہ نہیں کرپاتے۔ ایسے لوگ اللہ کے ہاں بہت بڑے رتبے والے ہیں جو اعلیٰ مقاصد کیلئے خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود جسمانی لحاظ سے کمزور مگر علمی لحاظ سے مضبوط تھے، آپ ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

"أَتَضْحِكُونَ مِنْ دِقَّةٍ سَاقِيَهُ ، فَقَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، لَهُمَا أُنْقُلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ أُحْدٍ" ⁶⁶

ترجمہ: تم اس کی پتلی ٹانگوں پر ہنستے ہوں؟ فرمایا: قسم بخدا یہ تو میزان میں احمد کے پہاڑ سے زیادہ وزنی ہے۔

سماجی، اجتماعی اور فلاحی سرگرمی

vi

نبی ﷺ کی سیرت کے مطابع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ایک روحانی پیشو اور معلم اخلاق نہیں تھے بلکہ وہ عالی ظرف مفلک، مدرس، منظم، ماہر نفسیات اور حفظان صحت کے اصولوں کے ماہر بھی تھے۔

مستقبل کے چیلنجز میں طلبہ کا کردار سیرت طلبہ کی روشنی میں

محضریہ کہ! آپ ﷺ ایک عالی شان معاشرہ کے منصوبہ ساز اور روح رواں تھے۔ آپ ﷺ کی عالی ظرفی اور فطری خصائص کو دھی کے نہ کار اور راہنمائی نے چار چاند لگا کر معلم انسانیت اور داعی فلاح دارین بنایا تھا۔

آپ ﷺ اور سیاست مدن بطور مدیر شہری اتفاقات

بازار، مسجد، مہمان و ضیافت نوازی دار اضیفان آثار قدیمہ کی تحفظ، اور شہر کی رونق، مارکیٹوں کے اور مناسب چیک اپ، شہری علاقوں اور مضافات میں درختوں کی حفاظت، شجر کاری کی خوصلہ افزائی، جانوروں کی افزائش نسل کے لئے چراگاہوں کا انتظام، مریضوں کے علاج و معالجے کا انتظام، مسجد نبوی کے اندر روشی اور صفائی کا انتظام و انصرام جو ایک کمیونٹی سٹرکٹ کا نقشہ ذہن میں ابھارتا ہے۔ گلیوں اور سڑکوں کی کشادگی کا انتظام و طرزِ ثریف کا حرج العقول انتظامی نقشہ ذہن میں آتا ہے۔ خرید فروخت کے اتفاقات جدید ترین تجارتی اصولوں کا موجود اور نقشہ کار نظر آتا ہے، جس کی آج بھی اتنی ضرورت ہے جتنی کہ اس وقت تھی۔ حقیقت یہ ہے آپ ﷺ انسانوں کو سہولیات بھم پہنچانے والے، معلم انسانیت اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے اور اسی طرح فلاحرسانی کا فریضہ سرانجام دینے والے کو آپ ﷺ نے مجاہد فی سبیل اللہ قرار دیا ہے فرمایا:

"فَإِنَّ الْجَالِبَ إِلَى سُوقَتَا، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالْمُخْتَكِرِ فِي سُوقَتَا، كَالْمُلْحِدِ فِي كِتَابِ اللَّهِ" ⁶⁷۔

ترجمہ: ہمارے بازار میں چیزیں لانے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا کتاب اللہ میں الحاد کرنے والے کی طرح ہے۔

تجارت جو انسانی معاشرت کی اساس ہے، کو مستحکم اصول دیئے اور امانت دار کو پیغمبروں کی صفت میں شمار کیا ہے اور وصفِ امانت و دیانت سے تجارت اور لین دین میں استحکام پیدا کر دیا آپ ﷺ فرمایا: "التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصَّدِيقِينَ وَالشَّهِدَاءِ" ⁶⁸ امانت دار تاجر قیمت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔ دھوکہ دہی اور غبن کو منوع قرار دیا بلکہ اسکے مقابلے میں آپ ﷺ نے رفاقتی اور فلاحی تصور دیا اور مواغات نبوی ﷺ نے زبردست معاشرتی انقلاب وجود میں لایا، جس کا مرکزی نقطہ فلاجِ اخروی کے ساتھ ساتھ فلاج دنیوی مقدم نظر آتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا، إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا۔ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوًّا قَمْطَرِيًّا" ⁶⁹۔

ترجمہ: اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکینین یتیم اور قیدیوں کو (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلارہ ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدله چاہتے ہیں نہ شکریہ، ہمیں تو اپنے رب سے ایک ایسے دن کا سخت ڈر لگا رہتا ہے جو بڑا ہوں گا اور تلخ دن ہو گا۔

یہ وہ فلاحی تصور ہے جس کو آپ ﷺ نے مزید ان ہی الفاظ میں واضح فرمایا:

"كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْلَغِيَرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاثِنَ فِي الْجَنَّةِ وَأَشَارَ مَالِكُ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى" ⁷⁰۔

ترجمہ: یتیم کی کفالت کرنے والا قیامت میں میرے ساتھیوں ہو گا، امام مالک نے دو الگیوں سے اشارہ فرمایا۔ اور تعلیم کا مقصد فلاح دارین قرار دیا ہے۔ محض پیسہ کمانے کا ذریعہ بنانا منسج نبوی ﷺ کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ کا اپنی حیات میں قاضیوں کا تقرر عدل اجتماعی کے تصور کی تکمیل نظر آتا ہے۔ آج پھر سے ایسے فلاحی سماجی رویوں اور کوششوں کو طلبہ ہی اپنے جوان جذبوں سے منظم کر سکتے ہیں جو معاشرے کے لیے باعثِ سکون و راحت بن جائے۔

نتائج بحث

- 1 طالب علم میں احساسِ ذمہ داری پیدا کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔
- 2 مستقبل کی حفاظت کے لئے نوجوان افراد کا کمی فکری اساس مضبوط کرنا وقت اور حالات کا تقاضا ہے۔
- 3 سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے حقیقی مقاصد اجاگر کر کے اس کے ذریعے طلبہ میں تحریک پیدا کرنا عصرِ حاضر کی اہم ضرورت ہے۔
- 4 نوجوان امت کا سرمایہ ہیں، ان کو سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے تقاضوں سے روشناس کرنا امتِ مسلمہ کے مفاد میں ہے۔

حوالی و مصادر

- 1 الطیالسی، أبو داود سلیمان بن داود، مسنند أبي داود الطیالسی، باب عمرو بن سلمة الجرمی، تحقیق: الدکتور محمد بن عبد المحسن الترکی، دار هجر مصر، طبع أول 1999م، ص 702
- 2 ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکومت، اردو اکیڈمی سندھ کراچی، 1987ء، ص 291
- 3 ايضاً
- 4 سوید، محمد نور بن عبد الحفیظ، تربیت اولاد کا نبوی اندماز اور اس کے زرین اصول، دار القلم لاہور، فروری 2009ء، ص 496
- 5 علامہ یوسف القرضاوی، دین میں ترجیحات، منتشرات لاہور، 2008ء، ص 74-37
- 6 روایات میں عربانی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے سریانی سیکھنے کا بھی حکم دیا تھا، علاوه ازیں حضرت زید رضی اللہ عنہ فارسی رومی، قبطی، بربری اور جبڑی زبانوں میں مہارت کے علاوہ دیگر کئی زبانوں میں خطوط پڑھنے پر عبور رکھتا تھا۔ (معجم الکبیر، سلیمان بن احمد الطبرانی، تحقیق: حمدی بن عبد المجید السلفی، دار إحياء التراث العربي، طبع دوم، 1983م، ص 156/5)
- "بخاری کتاب الاحکام، ص 2/1068، فتح الباری، ص 16/310)

مستقبل کے چیلنجز میں طلبہ کا کردار سیرت طلبہ کی روشنی میں

- 7 طبقات ابن سعد، ص 1/258، اسلامی ریاست، ص 204
- 8 تربیت اولاد کا نبی اندرا اور اس کے زرین اصول، ص 481
- 9 النمل: 88/27
- 10 الواحدی، علی بن احمد النیسابوری، الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، تحقیق: صفوان عدنان داودی، دار القلم دمشق، بیروت، طبع اول، 1415ھ، ص 314
- 11 البقرہ: 248/2
- 12 شیخ الالبانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ الالبانی، محمد ناصر الدین صحیح وضعیف الجامع الصغیر و زیادتہ، المکتب الإسلامی، حدیث 2772، ص 1/278
- 13 إذا عملَ الْعَمَلُ أَنْ يَحْكُمَ الصنْعَانِ، أبو بكر عبد الرزاق بن همام، مصنف عبد الرزاق، المکتب الإسلامی بیروت، طبع دوم، 1403ھ، تحقیق: حبیب الرحمن الأعظمی، حدیث 3/6498، ص 507 "إذا عملَ عَمَلاً أَثْبَتَهُ ابْنُ خَزِيمَةَ، أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدٍ بْنَ إِسْحَاقَ، صَحِيحُ ابْنِ خَزِيمَةَ، تَحْقِيقُ دَمَّشِيْكَ، مُصطفیُّ الْأَعْظَمِيُّ، المکتب الإسلامی بیروت، حدیث 1178، ص 2/199
- 14 القزوینی، أبو عبد الله محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الذبائح، تحقیق: محمود خلیل، مکتبۃ أبي المعاطی حدیث 3170، ص 4/340
- 15 المجادلة: 11/58
- 16 ابن عبد البر، یوسف بن عبد الله، جامع بیان العلم وفضله، باب: فضل التعلم فی الصغر والحضر عليه، تحقیق: أبي الأشبیل الزہری، دار ابن الجوزی، السعوڈیۃ، طبع اول 1994م، ص 1/366
- 17 الدارمی، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مسند الدارمی المعروف بسنن الدارمی، باب : کربیۃ الفتیا ، تحقیق: حسین سلیم اسد، حدیث 1/257، ص 315
- 18 طہ: 20/114
- 19 "هُنَّ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَدَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ" الزمر: 9/39
- 20 ابن ماجہ، باب فضل العلماء وبحث علی طلب العلم، دار الفکر، بیروت، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي، حدیث 227، ص 1/82
- 21 التوبہ: 9/33، الصف: 61/9
- 22 مالک بن انس، موطاً، باب التعفف عن المسألة، تحقیق: بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة، 1412ھ حدیث 2108، ص 2/177
- 23 تربیت اولاد کا نبی اندرا اور اس کے زرین اصول، ص 213
- 24 البقرہ: 2/31
- 25 البغوی، الحسین بن مسعود الفراء ، شرح السنۃ، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، المکتب الإسلامی، دمشق، بیروت 317، ص 1/1983م

- 26 الطبراني، سليمان بن أحمد، الروض الدانى المعجم الصغير، تحقيق: محمد شكور محمود، المكتب الإسلامي دار عمار - بيروت طبع أول 1985م، حديث نمبر: 867، ص2/63 **مُفْتَنٌ كَيْتَهُ بِلٰنْ: لَمْ يَرَوْهُ عَنْ خَالِدٍ إِلَّا عَطَاءً، وَلَمْ يَرَوْهُ أَيْضًا عَنْ مِسْعَرٍ إِلَّا عَطَاءً تَفَرَّدَ بِهِ عُبَيْدُ بْنُ عَبَادٍ**
- 27 الترمذى، محمد بن عيسى، السنن، حديث نمبر: 2681، قال الإمام الترمذى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْفَقْهِ عَلَى الْعِبَادَةِ. وقال الإمام السخاوى : **أَسَانِيدُ ضَعْفِيَّةٌ لِكَيْنَهُ يَتَّقَوَى بَعْضُهَا بِبَعْضٍ الْمُقَاصِدُ الْحَسَنَةُ**، ص1/462
- 28 ابو داود، سليمان بن الأشعث السجستاني، السنن، باب الحث على طلب العلم، دار الكتاب العربي، بيروت حديث 341، ص2/3643
- 29 المروزى، عبد الله بن المبارك، الزهد والرقائق، باب: فضل ذكر الله عزوجل يليه ما رواه نعيم بن حماد في سُنْحَتِهِ زائداً على ما رواه المروزى عن ابن المبارك في كتاب الزهد، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمى، دار الكتب العلمية، بيروت، ص1/278
- 30 سنن الترمذى، باب: ماجاء في رحمة الصبيان، حديث 1843
- 31 ايضاً: باب : ماجاء في رحمة الصبيان، حديث 2685
- 32 البغوى، الحسين بن مسعود القراء، شرح السنة، باب الوضوء من النوم ، تحقيق: شعيب الأرناؤوط، المكتب الإسلامي، دمشق، بيروت، 1983م، حديث 161، ص1/335
- 33 سنن ابن ماجة، باب: فضل العلماء والبحث على طلب العلم، حديث 228
- 34 عطية بن محمد سالم ، شرح الأربعين النووية مرصدى الله عليه وسلم برجل ذبح شاة، ويريد سلخها ولم يحسن، فحسر عن كمه صلى الله عليه وسلم وأدخل يده بين الجلد واللحام وأدارها وقال: هكذا تفعل دروس صوتية قام بتفسيرها موقع الشبكة الإسلامية (<http://www.islamweb.net>)
- 35 الاحقاف: 35/46
- 36 النجم: 39/53
- 37 التوبه: 24/9
- 38 البخارى، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب بدء الوجى، حديث نمبر: 15، حسب ترقيم فتح البارى، دار الشعب القاهرة، طبع أول 1987، ص1/10
- 39 التغابن: 8/64
- 40 يونس: 10/16 **فَأَكَدْ لَيْتُ فِيْكُمْ عُمْراً مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَغْفِلُونَ**
- 41 البخارى، باب علامه الحب فى الله عزوجل، حديث: 5819، حسب ترقيم فتح البارى، دار الشعب القاهرة، طبع أول 1987، ص5/2283
- 42 الاحزاب: 71/33
- 43 النساء: 69/4

مستقبل کے چیلنجز میں طلبہ کا کردار سیرت طلبہ کی روشنی میں

27B

- 44 ترتیب اولاد کانبوی انداز اور اس کے زرین اصول، ص 481
- 45 آل عمران: 103/3
- 46 أبي داود، سليمان بن الأشعث السجستاني، السنن، باب: في اصلاح ذات البين، حد 4921، ص 4/432
- 47 الساعاتي، عبد الرحمن بن محمد، الفتح الريانى لترتيب مسنن الإمام أحمد بن حنبل الشيباني ومعه بلوغ الأمانى من أسرار الفتح الريانى، دار إحياء التراث العربى، ص 1/49
- 48 الحجرات: 10/49
- 49 التوبه: 9/71
- 50 يوسف: 12/54
- 51 الاحزاب: 33/39
- 52 راغب، الحسين بن محمد الأصفهانى، المفردات في غريب القرآن، دار العلم الدار الشامية، دمشق . بيروت 1412ھ
تحقيق: صفوان عدنان داودى، ص 273
- 53 آل عمران: 3/120
- 54 ابن ماجه، محمد بن يزيد القزويني، السنن، باب: ماجاء في الصبر على المصيبة، دار الفكر، بيروت، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، حديث 1597، ص 1/509
- 55 الدارقطنى، علي بن عمر، سنن، تحقيق وتعليق: شعيب الأرنؤوط وغيرهم، مؤسسة الرسالة، بيروت ،طبع اول، 2004م، حديث 3353، ص 4/218
- 56 ابن ماجه، كتاب الحدود، باب: السارق يعترف، كتب حواشيه: محمود خليل، مكتبة أبي المعاطى، حديث 2588، ص 616/3
- 57 البيضاوى، مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، باب: في الامر بالقوة و ترك العجز ، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي ، دار إحياء التراث العربى، بيروت، حديث 2664، ص 4/2052
- 58 الفحص: 28/26
- 59 النساء: 4/58
- 60 عبد نبوی میں نظام حکمرانی، ص 259، خطبات بہاولپور، ص 199
- 61 علامہ یوسف قرضاوی، فی فقہ الاولویات، مترجم: گل زادہ شیر پاؤ، دین میں ترجیحات منشورات، 2012م، ص 73
- 62 الانفال: 8/60
- 63 دور نبوی کا نظام حکومت، عبدالحکیم کتابی، ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ، ص 127
- 64 الطیالسی، سليمان بن داود، مسنند، باب : ثوبان ، تحقيق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي ، دار هجر مصر، طبع اول 1999م، حديث 1085، ص 2/333
- 65 المناقون: 63/4

-
- 66 الشيباني،أحمد بن محمد بن حنبل،مستند،تحقيق:السيد أبو المعاطي النوري،حديث3991،ص1/420
- 67 الحكم النيسابوري، محمد بن عبد الله ،المستدرك على الصحيحين،تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا،دار الكتب العلمية،بيروت،طبع اول،1990م،حديث2167،ص2/15 امام ذہبی نے حدیث کی سند کو مقلوم قرار دیا ہے (السمھودی،نورالدین علی بن احمد،وفاء الوفاء،دارالنفائس،ص1/539)
- 68 الكثي،عبد الحميد بن حميد،المنتخب من مسنون عبد بن حميد،من مسنون أبي سعيد الخدري،تحقيق:صباحي البدرى السامرائى وغيره،مكتبة السنة،القاهرة،طبع اول1988م،حديث966،ص1/299
- 10-8/76: 69
- 70 صحيح مسلم،باب الاحسان الى الارملة و المiskin و اليتيم،حديث .5296